تحریکِ صیہونیت......کل اور آج

رضی الدین سید

لفظ"صیہونیت،، "یہودیت،، سے الگ ایک اصطلاح ہے۔ یہودیت ایک مذہب یا قومیت کا نام ہے جبکہ صیہونیت ایک تحریک ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پاکستان ایک ملک کا نام ہے جبکہ تحریک پاکستان حصول پاکستان کی ایک تحریک تھی جس کا نصف سفر حصول پاکستان کے بعد ختم ہوگیا تھا۔ صیہونیت بھی ایک تحریک ہے جس کا ایک بڑا مقصد یہودیوں کے لئے ایک الگ مملکت کا قیام تھا۔لیکن اس کے دیگر خفیہ وعلانیہ مقاصد اس سے بھی کہیں آگے کے ہیں۔صیہونی زعما اپنی اس تحریک کو علامتی طور پر ایک زندہ سانپ سے ظاہر کرتے ہیں جس کا سفر بھی انیسویں صدی کے آخر سے شروع ہوا تھا لیکن جو دجال کی آمد کے بعد تک بھی حسب سابق جاری رہے گا۔

زیر نظر مضمون میں ہم "تحریک صیہونیت،، کا ایک جائزہ یہودی اور عمومی دونوں نقطہء ہائے نگاہ سے علیحدہ علیحدہ لیں گے۔

تحریک صیہونیت......کل (یہودی نقطہءنظر)

یہودیوں کے لحاظ سے اس تحریک کا اصل مقصد دنیا بھر میں بکھرے اور راندہء درگاہ بنے ہوئے اپنے ہم قوموں کے لئے خاص فلسطین کے اندر ایک الگ مملکت کا حصول تھا تا کہ انہیں ایک مکمل وخودمختار وطن حاصل ہو سکے جہاں جا کر وہ اپنی روحانی ومذہبی اقتدار کو بحثیت قوم بحال کرسکیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ جو لوگ تحریک صیہونیت کو یہودی نسل پرستی سے تعبیر کرتے ہیں، ایک بہت بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔

صیہونیت کی اصطلاح دراصل لفظ'صیہون،(zion) سے نکلی ہے جو یروشلم میں ایک پہاڑی کا نام ہے،اور جس کا ذکر عہد نامہ قدیم میں بار بار آتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر حضرت داؤد علیہ السلام عبادت بھی کیا کرتے اور حکومت بھی سنبھالا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء نے بھی اس پہاڑی کا نام استعمال کر کے یہودیوں کو مذہبی وروحانی طور پر خود کو تبدیل کر لینے کی دعوت دی تھی۔ حضرت ایسعیاہ پیغمبر کہتے ہیں کہ "کیونکہ صیہون سے شریعت ،اور یروشلم سے خداوند کا کلام صادر ہوگا،،۔(کتاب ایسعیاہ۔۲:۳)۔ یا جیسے کتاب 'نوحہ،میں دیا ہوا ہے"انہوں نے صیہون میں عورتوں کو بے حرمت کیا،،۔(۵:۱۱)۔

۵۸۶ ق م میں بابلیوں کے ہاتھوں سے جب یروشلم اور ہیکل کو لوٹ کر برباد کردیا گیا، تو صیہون کے لفظ کی اہمیت مزید بڑھ گئی اور اس کا مطلب سرزمین یروشلم کی جانب دوبارہ لوٹ جانے کے لئے یہودیوں کی آہ وبکا اور فریاد وفغاں ہوگئی۔ کتاب زبور کہتی ہے۔ ''اور ہم بابل کی ندیوں پر بیٹھے اور صیہون کو یاد کر کے روئے۔ اے یروشلم اگر میں تجھے بھولوں تو میرا دایاں ہاتھ اپنا ہنر بھول جائے۔ اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں، اگر میں یروشلم کو اپنی بڑی خوشی پر ترجیح نہ دوں، تو میری زبان میرے تالو سے چپک جائے،،۔ (زبور۔ نمبر ۱۳۷)۔

بعد ازاں ۷۰ء میں رومی لشکروں کے ہاتھوں یروشلم اور ہیکل کے ساتھ ایک بار پھر وہی افسوسناک سلوک ہوا جس کے تحت ہزاروں یہودیوں کو تہہ تیغ اور لاکھوں لوگوں کو دربدر کیا گیا۔ اس کے بعد سے صیہون پھر گویا آہ وفغاں کی مزید مضبوط علامت بن گیا۔ ان کی دیگر مذہبی کتابوں میں بھی صیہون اور یروشلم کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا جانے لگا اور زندگی کے ہر روز ہی اسے یاد رکھنے کی ہدایت کی جانے لگی۔ روزوں میں، ایام سبت میں، شادی بیاہ میں، اور روزانہ کی تین نمازوں میں، صیہون کی طرف دوبارہ لوٹ جانے کی دعائیں مانگی جانے لگیں۔ شادی بیاہ کی کوئی تقریب اس ''تمنائے بلند آواز،، کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی تھی کہ ''مسرت اور خوشیوں کی یہ صدائیں کاش ہم ایک بار پھر یروشلم کی گلیوں میں سن سکیں،،۔ غم واندوہ کا کوئی واقعہ، نوحہ صیہون کے بغیر تکمیل نہ پاتا تھا، اور کسی مکان کی تعمیر ہیکل کی تعمیر نو کی تمنا کے بغیر مکمل نہ سمجھی جاتی تھی۔ ہر اہم تقریب کے بعد دنیا بھر کے یہودی یہ نعرہ ایک بار ضرور بلند کرتے تھے کہ ''اگلا سال یروشلم میں اے خدا،،۔ یہودی عقیدے کا پھر یہ ایک لازمی حصہ بن گیا تھا کہ ارض موعودہ فلسطین، اور قوم یہود کسی بھی لحاظ سے دو مختلف معاملات نہیں ہیں۔ یہودی فلسطین ہیں اور فلسطین یہودی ہے۔ صیہونیوں کے بقول دنیا کی کسی بھی دوسری قوم نے مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے صیہون و یروشلم کو اپنی زندگیوں میں وہ اہمیت نہیں دی ہے جس قدر یہودی قوم نے اسے اپنی روزمرہ زندگی میں دی ہے۔ حالانکہ بار بار کی بربادی، ویرانی، آگ لگائے جانے، کھدیڑ دئے جانے، اور غلام بنالئے جانے کے بعد تو یہودیوں کو یروشلم کو بالکل بھول ہی جانا چاہئے تھا۔

معروف مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ کہتی ہے کہ ''۱۹۶۷ء کی مصر اسرائیل جنگ کے بعد ایک بڑے فوجی ربی، شلوموگورئین، نے یروشلم میں بہت سارے یہودی جمع ہوجانے پر جب پہلی دفعہ دیوار گریہ (wailing wall) پر عبادتی ''شوفر،، (ناقوس) بجایا، تو موجود نوجوان یہودی سپاہی، دیوار گریہ کے پتھروں سے لپٹ لپٹ کر رونے لگی۔ ربی نے شوفر کے بعد جب زبور کی تلاوت شروع کی تو دہریئے فوجی افسران تک بھی خوشی سے بے قابو ہونے اور ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ اس کا پورا جسم جل

اٹھا تھا اور سر چکرانے لگا تھا۔ یہ ایک ڈرامائی اوران دیکھی واپسی تھی جو یہودیوں کی قدیم مذہبی داستانوں کی ایک نئی تصویر تھی،،۔(یروشلم۔ایک شہر،تین مذاہب۔مصنفہ۔کیرن آرمسٹرانگ۔صفحہ۶۱۰)۔

''صیہونیت،،کی اصطلاح اگر چہ سب سے پہلے ایک سرگرم یہودی nathan un Birn Ba نے متعارف کروائی تھی لیکن اس کا اصل اور مقبول عام استعمال دراصل تھیوڈور ہرزل نے کیا تھا۔یہودی تاریخ بیان کرتی ہے کہ یہ شخص ایک صحافی تھا۔عیسائیوں کی جانب سے یہودیوں کے خلاف چلائے جانے والے ایک مقدمے میں اس نے جب یہودیوں کی بے بسی اور مظلومیت کو دیکھا تو اس کے دل میں اسی وقت خیال راسخ ہوا کہ قوم یہود کی اس عالمی ذلت ورسوائی کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ان کے لئے ایک علیحدہ آزاد وخودمختار وطن حاصل کیا جائے۔چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے پھر ایک تحریک شروع کی جسے صیہون پہاڑی سے منسوب کرکے اس نے ''تحریک صیہونیت،،کا نام دیا۔اس کا کہنا تھا کہ اس جذباتی نام سے دنیا بھر کے یہودیوں(jewery) کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنا اور پھر علیحدہ ریاست حاصل کرنا ممکن ہوجائے گا۔اس کی یہ سوچ بالکل درست ثابت ہوئی اور پھر''لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا،،کے مطابق تحریک تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔اسی باعث تھیوڈور ہرزل کو''بابائے صیہونیت،،کے خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔اپنی فکر ونظریے کو مزید مضبوط کرنے کے لئے اس نے ۱۸۹۶ء میں''یہودی ریاست،،یا judden staat der کے نام سے ایک ضخیم کتاب بھی لکھی۔(صیہونیوں کے نزدیک نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک صیہونی تھے بلکہ نعوذ باللہ خود خدا بھی صیہونی تھا۔)۔(کتاب جیوئش ہسٹری اینڈ کلچر۔از بی بنجامن بلیخ۔ص۔۲۹۴)۔

یورپ میں عیسائیوں کے ہاتھوں یہودیوں کی صدیوں قدیم درگت وہلاکت نے بہرحال ہرزل کے اس نظریے کو فوری مقبولیت عطا کی۔نیز انیسویں صدی کے آغاز ہی سے یوروپ میں قومیت کا جو احساس پیدا ہونے لگا تھا،اس نے بھی یہودی قومیت ووطنیت کے تصور کو بہت راسخ کیا۔ہرزل کے نظریات کی پذیرائی کا وقت اب آچکا تھا۔اپنے کام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے تھیوڈور نے عالمی تنظیم صیہونیت world jewish organization کے نام سے ایک نئی تنظیم بھی قائم کی جس کا پہلا اجلاس اس نے''باسل،،سوئیٹزر لینڈ میں ۱۸۹۷ میں منعقد کیا۔''اول اول تو اس کا خیال تھا کہ نئی یہودی ریاست کا قیام فلسطین میں ضروری نہیں ہے۔چنانچہ اس نے تجویز پیش کی کہ مجوزہ یہودی ریاست افریقہ کے ملک''یوگنڈا،میں قائم کی جائے(جس کی تائید عیسائیوں نے بھی کی تھی)۔تاہم صیہونیوں کی شدید مخالفت کے باعث ہرزل اپنی اس تجویز سے دستبردار ہوگیا،،۔(یروشلم۔ایک شہر،تین مذاہب۔ایضاً۔ص ۵۶۱)

بہرحال اجلاس میں پہلی بار باقاعدہ طور پر''فلسطین میں یہودیوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد ریاست،،

☆علیک بالجود من صدر الجواد منشرح وبالہ واسع والبخیل ضیق الصدر مظلم القلب مکدر الخاطر.☆

کے قیام کی قرارداد منظور کی گئی تھی۔اس کے بعد تو بس پھر صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ 'چلو چلو، فلسطین چلو،،۔عبرانی زبان میں اس نقل مکانی کو''عالیہ،،(بلندی،ہجرت) کا نام دیا گیا۔اگرچہ لاتعداد ربیوں اور تورات کے عالموں نے اس ریاست کے تصور کی مخالفت بھی کی تھی،تاہم ان لوگوں کی یہ آواز محض صدا بہ صحرا ہی ثابت ہوئی تھی۔

اسرائیل پھر دائیں بازو،اور دائیں بازو،سرمایہ دار اور غیر سرمایہ دار،قدیم اور جدید ہر قسم کے یہودیوں کا جزو ایمان بن گیا۔یہودی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہی جا کر کہیں یہودیوں میں اعتماد پیدا ہوا،وہ باہم متحد ہوئے،اور اپنی قدیم زبان،مذہب،رسوم ورواجات کو زندہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

تحریک صیہونیت۔آج۔(عمومی نقطہ نظر)

اسرائیل حاصل کر کے صیہونیت نے اگرچہ اپنا ایک بڑا مقصد حاصل کر لیا ہے۔لیکن اس سفر کو اس نے اب تک ختم نہیں کیا ہے۔اس کا درپردہ اصل مقصد دجال کے ماتحت ایک عالمی یہودی ریاست کا قیام ہے جس کے بعد نہ تو کوئی انفرادی فوج باقی رہے گی،نہ کوئی الگ ملک پایا جائے گا،اور نہ کوئی دوسرا مذہب زندہ رہنے دیا جائے گا۔ان کی تعلیمات واضح طور پر اصرار کرتی ہیں کہ دنیا محض اسرائیلیوں کے لئے تخلیق کی گئی ہے جس پر چوپایوں اور ذلیلوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔قیام اسرائیل کے بعد عیسائیت سے انتقام کی خاطر انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کے واحد مذہب کو دو بڑے مخالف حصوں،کیتھولکوں اور پروٹسٹنٹوں،میں بانٹا،بلکہ ان کے درمیان دو عالمی جنگیں بھی برپا کروائیں۔انہوں نے تمام عیسائی بادشاہوں کو اپنے قرضوں میں جکڑا،ان کی پاپائیت اعظم کے اصل ادارے میں نفوذ کیا،پاپائے اعظم سے ۱۹۶۰ میں ان کے پیغمبر کی تصلیب کا قدیم ترین اپنا الزام برسر عام دھلوایا،ذاتی مفادات کی خاطر اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا،ہولوکاسٹ کا جا و بے جا عالمی پروپیگنڈا کر کے دنیا بھر سے اپنے حق میں دلی ہمدردی سمیٹی،بیشتر عیسائی مملکتوں میں ہولوکاسٹ کے خلاف لکھنا اور بولنا آئینی جرم قرار دلوایا،فلسطین کے قدیم عرب مسلم باشندوں کو وطن سے نکال باہر کیا،فحاشی وعریانی کو سرکاری پالیسی کے طور پر دنیا بھر میں رواج دیا،اور نتیجۃً مذہب اور علماء پر نوجوانوں کی گرفت کمزور کی،مسلم ریاستوں کے سربراہوں (انور سادات،حسنی مبارک،جنرل سیسی،پرویز مشرف،اور شاہ ایران) جیسے لوگوں کو خریدا،مسلمانوں کی وسیع وعریض ایمپائر،خلافت عثمانیہ،کو تارتار کیا،اور اب وہ قدیم ترین عبادت گاہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر وہاں ایک نیا ہیکل تعمیر کرنے اور ایک تیسری ایٹمی جنگ برپا کرنے کے منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔

صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک امریکی پادری،جرمیاہ رائٹ،،کہتا ہے کہ''دوسو سال قبل امریکا کے بانیوں نے عدل وانصاف،مساوات انسانی،اور اصول قوانین کے جو خواب دیکھے تھے،یہودیوں

☆ابسط وجهک۔ للناس تکسب ودهم ،والن لهم الکلام یحبوک ،وتواضع لهم یجلوک.☆

اورصیہونیوں نے انہیں چکنا چور کردیا۔یہودی امریکہ کو مادہ پرستی کی طرف لے گئے،اوراسلحہ سازی کو کھربوں ڈالر کا کاروبار بنادیا جسے چلانے کے لیے یہودی سرمایہ کار،امریکی حکومتوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ دنیا بھر میں محاذ جنگ کھولے رکھیں،،۔(بساط عالم کے مہرے،ولیم گائی گار۔ترجمہ رضی الدین سید۔اورئینٹل پبلیکیشنز، لاہور)۔صیہونیت نام رہ گئی ہے اب مملکت فلسطین پر مکمل قبضے کا،دھوکے بازی اور نسل پرستی کا،پرفتن سازشی منصوبوں پر عمل درآمد کا،اجتماعی قتل وغارت گری کا،ذرائع ابلاغ اورعالمی مالیات پر قبضے کا،غلاموں،منشیات، اورمعصوم لڑکیوں کی گھناؤنی تجارت کا،دنیا بھر کے انسانوں کوتقسیم در تقسیم کرنے کا،امن عالم کوتارتار کردینے کا،اوراقوام متحدہ سے اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق فیصلے کروانے کا!۔

کل ساری مغربی دنیا،یہودیوں کو اپنی نفرتوں کانشانہ بنایا کرتی اورانہیں چن چن کر ہلاک کیا کرتی تھی۔ آج وہی مغربی دنیا ان کی بندہء بےدام بنی ہوئی خود انہی کے نفرت وانتقام کا نشانہ بن رہی ہے۔عالمی معاملات آج مکمل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔عیسائی دو ارب سے بھی زاید ہوکران کے غلام بنے ہوئے ہیں،جبکہ یہودی ڈیڑھ کروڑ ہوکر بھی ساری دنیا کو اپنے قبضے میں لئے ہوئے ہیں۔کوئی موازنہ ساموازنہ ہے؟!۔

تحریک صیہونیت کل بھی منصوبوں میں ہمہ تن منسلک تھی اورتحریک صیہونیت آج بھی منصوبوں میں ہمہ تن منسلک ہے۔مگراس ضمن میں ہمارا مقام کیاہے؟......اصل سوال تو یہ ہے!۔

صیہونیت اس وقت ایک ایسا سیلاب بلاہے جس نے مسلمانوں اورعیسائیوں،دونوں کوروند کررکھ دیا ہے۔ ایک ایسی انسانیت دشمن تحریک جونہ کبھی سرنگوں ہوتی ہے اورنہ کبھی پسپا ہوتی ہے۔جوبھی ہدف طے کرتی ہے، حاصل کیۓ بغیر چین سے نہیں رہتی۔اور یہ سب کچھ بغیر شور شرابے اوربغیر ڈنکے پیٹے،چپکے چپکے کرتی ہے۔

مسلم دنیا کے لیے یہ پہلو اگرچہ تشویش کا ہے لیکن اس کے دانشوروں اورمفکروں کو یقین ہے کہ مسلم دنیا سے ٹکرا کرہی یہ صیہونیت بالاخر پاش پاش ہوسکے گی۔اسی طرح جیسے کل تاتاری اورچنگیز،ساری دنیا پر بربادیاں مسلط کرکے بالآخر مسلمانوں ہی کے آگے ڈھیر ہوئے تھے۔ان کی دوسری اورتیسری نسل نے اسلام قبول کرلیا تھا اور پھراس اسلام ہی کوتقویت پہنچانے میں لگ گئے تھے جنہیں مٹانے میں وہ کبھی دن رات مصروف رہا کرتے تھے۔’’پاسباں مل گئے تھے کعبے کوانہی کے صنم خانوں سے!،،۔صیہونی تحریک کا انجام بھی بالآخر یہی نظر آرہا ہے۔

یہ دعوی کرنا بالکل درست ہوسکتا ہے کہ ادھر صیہونیت کا مستقبل گہرے اندھیروں میں ڈوبا نظر آرہا ہے،اور ادھراسلام کا مستقبل بہت روشن اور تابناک دکھائی دے رہا ہے۔پھرصیہونیوں کو خود اسرائیل میں،اور عیسائیوں کو’’خود واشنگٹن میں کہیں جائے پناہ نہ مل سکے گی،،۔

☆ادفع بالتیی ھی احسن وترفق بالناس واطفی ،العداوات وسالم اعداء ک وکثر اصدقاء ک.☆